وہ ارشاد وہدایت کا پیغام سنائے، اور قوم اُس کو کاذب وجھوٹا کہے، وہ حق کی منادی کرے اور قوم اُس کو مجنون بتائے، وہ خدا کی سچی راہ دکھائے اور قوم اُس کو ساحر کا خطاب دے، وہ دین و دنیا کی فلاح و نجاح کی راہ دکھائے، اور قوم اُس کا مذاق اُڑائے، اُس کو طرح طرح کی تکالیف وایذار پہنچائے، لیکن اُس محسن اعظم، رہبر کامل، صاحب الرشد والہدیٰ کو دیکھیے کہ وہ نہ قوم پر غضبناک ہوتا ہے نہ اُس کو بد دعائیں دیتا ہے بلکہ اس کے برعکس اس رنج و غم میں جان گھلائے دیتا ہے کہ میری گمراہ قوم کیوں ہدایت کی طرف نہیں آتی اور ظلمت شرک و کفر سے نکل کر نور ایمان سے کیوں فائدہ نہیں اُٹھاتی۔

قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین ۳۸ ص ۷۶ — اے نبی کہدے کہ میں اس (ارشاد و ہدایت) پر تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا اور میں بناوٹی آدمیوں میں سے نہیں ہوں۔

وہ تو اپنی قوم کی فلاح و نجاح میں اس درجہ مستغرق ہے کہ قوم کی ہر قسم کی ایذا دہی، دلآزاری کے باوجود اُس سے محبت، شفقت اور تواضع کے ساتھ بار بار یہ کہتا ہے کہ میں تم سے اپنی اس ہدایت فرمائی کی اُجرت نہیں مانگتا، تم کیوں شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہو، میں نہ بناوٹ کرتا ہوں نہ لگاوٹ نہ اُجرت کا خواہشمند ہوں نہ عوض کا طلبگار ہیں تو قوم کی فلاح کا دردمند ہوں اور اُن کی بہبود کا آرزومند۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الی (۵۰ ۶) — اے نبی کہدے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور میں غیب نہیں جانتا اور میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو بس اُسی پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا

میں نے تم سے کب یہ دعویٰ کیا کہ خدائی کے تمام خزانے میرے قبضہ میں ہیں، میں تو غیب کا بھی مدعی نہیں ہوں اور نہ میرا دعویٰ فرشتہ ہونے کا ہے۔ میں تو خدا کی وحی کا پیغامبر، داعی، اور اُس کی راہ کا پکارنے والا ہوں، اور اُسی کی وحی کے زیر فرمان فرمانبردار ہوں۔ تم مجھ کو انسانی ہستی سے برتر ہونے اور خدائی کا مالک بننے کے مطالبے کر کے غلط راہ کی جانب کیوں جاتے ہو اور مجھ کو صرف خدا کا پیغمبر، رسول، اور ہادی سمجھ کر میرے کہے کو گوش دل سے کیوں نہیں سنتے۔

میں خزائن اللہ کا مالک نہیں ہوں بلکہ مالک خزائن السموات والارض کا نبی ہوں، میں عالم الغیب نہیں ہوں بلکہ عالم الغیب کا رسول ہوں میں فرشتہ نہیں ہوں، بلکہ فرشتوں کے خالق کا پیغامبر ہوں۔ لہذا تم بھی وہی کہو جو میں کہتا ہوں، وہی باور کرو جو میں باور کراتا ہوں، اُسی کو عقیدہ وایمان بناؤ جو میں تم کو سکھاتا ہوں۔

لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ	نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں آپ عمدہ اخلاق کے ساتھ
ادفع بالتی ھی احسن فاذا	دشمنوں کی مدافعت کیجیے تاکہ وہ شخص کہ آپ کے اور
الذی بینك وبینہ عداوۃ	اس کے درمیان عداوت ہو آپ کے حسن خلق کو دیکھ
کانہ ولی حمیم (حم سجدہ)	کر ایسا ہو جائے کہ گویا وہ دوست صادق ہے۔

تم بُرا کہو، ایذا پہنچاؤ، مذاق کرو، ہنسی اُڑاؤ تم کو اختیار ہے مجھے تو میرے خدا نے یہ تلقین کر دی ہے کہ میں ہر بُرائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دونگا، اور طعن و تشنیع، توہین و تذلیل کی شمشیر آبدار کا توڑ حسنِ اخلاق کی ڈھال سے ہی کرونگا، تم غصہ کروگے، میں صبر کرونگا، تم جہالت برتوگے میں حلم و بُردباری سے کام لونگا، تم ایذا پہنچاؤ گے میں عفو و درگزر کرونگا، تم گالیاں دوگے، میں تمہاری ہدایت کے لیے دعائیں کرونگا۔ مجھ سے تو میرے خدا نے جبرئیل کے واسطہ سے یہ فرما دیا ہے :-

تصل من قطعك وتعطی من حرمك   جو تیرے ساتھ رشتہ منقطع کرے پھر اُس کے ساتھ

وتعفو عمن ظلمک۔　　جو اُس سے کوشش کر اور جو تجھ کو محروم کرے تو اُس پر نوازش کرم کر اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اُس سے عفو و درگزر فرما۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین۔　　اور ہم نے تجھ کو (اے نبی) تمام جہانوں کے لیے صرف رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کو کسی خاص گروہ خاص جماعت اور خاص خطہ کے لیے مخصوص نہیں کیا بلکہ کائنات کا ذرّہ ذرہ "رب العلمین" کی ربوبیت عامّہ کے فیضان سے مستفیض ہے، اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کر رہا ہے۔ اُسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات کو بھی اُس نے کسی خاص گروہ، خاص جماعت اور خاص خطہ کے لیے نہیں بلکہ تمام عالم اور عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ وہ "رب العلمین" ہے تو اُس کا رسول "رحمۃ للعلمین" ہے۔ اُس کی پرورش کا دسترخواں دوست اور دشمن سب کے لیے یکساں بچھا ہے۔

ادیم زمیں سفرۂ عام اوست　　بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست

تو اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن رحمت بھی دوست دشمن دونوں پر سایہ فگن ہے۔

آئیے مکارم اخلاق کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں اور چشم بصیرت سے دیکھیں کہ "انسانِ کامل" نے علمی و عملی طریقوں سے اُن کے بارہ میں کس طرح ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

کظم غیظ، یا غصہ پر قابو

والکاظمین الغیظ
اور غصہ کو پی جانے والے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ　　حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہادر وہ نہیں ہے جو اکھاڑے میں پہلوانوں کو پچھاڑ دیتا ہو، اصل بہادر وہ ہے جو غضب و غصہ کے وقت

عند الغضب (بخاری) — نفس پر قابو رکھے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال علمنی شیئاً ولا تکثر علیّ لعلی اعیہ قال لا تغضب فردد ذلک مراراً کل ذلک یقول لا تغضب

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھ کو کچھ تعلیم دیجیے مگر زیادہ باتیں نہ ہوں تاکہ اسے یاد کر لوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا "غصہ کبھی نہ کرنا" بار بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا۔

بخاری (التاج الجامع للاصول)

ایک بدوی حاضر خدمت ہوا، آپ کھڑے ہوئے تھے اس نے فوراً اپنی چادر کا پھندا بنا کر گلوئے مبارک کو اینٹھنا شروع کردیا گردن اور گلے کی تمام رگیں پھول گئیں اور تکلیف سے تمام گردن سُرخ ہوگئی۔ اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اِن دو اونٹوں کو جنس سے لاد دے یہ مال (بیت المال کا مال) تیری اور تیرے باپ کی ملکیت نہیں ہے۔ آپ نے نرمی سے فرمایا کہ جب تک تو مجھے نہ چھوڑ دے میں تیری بات پوری نہیں کرسکتا۔ اُس نے کہا میں اُس وقت تک نہ چھوڑونگا جب تک اپنی بات پوری نہ کرالوں۔ بعض صحابہ یہ دیکھ کر ضبط نہ کرسکے، اور دوڑے کہ اُس کو سختی سے ہٹائیں مگر آپ نے روک دیا اور فرمایا کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر کوئی اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھے۔ پھر آپ نے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا کہ اس کے دونوں اونٹوں کو جَو اور کھجوروں سے لاد دو۔[۱]

علاج — عن ابی ذر قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لنا اذا غضب احدکم وھو قائم فلیجلس فان ذھب عنہ الغضب والا فلیضطجع (ابوداؤد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اگر کھڑا ہے بیٹھ جائے، اگر ایسا کرنے سے غصہ جاتا رہے فبہا ورنہ تو لیٹ جائے

[۱] بخاری، مسلم، ابوداؤد۔

یعنی غضب و غصہ فرو کرنے کا بہترین علاج یہ ہے کہ جس حالت میں غصہ پیدا ہو گیا ہے اُس کو تبدیل کر دے اور مجلس بدل دے اور دوسری جگہ اس کا علاج یہ بتایا:۔

فاذا غضب احدکم فلیتوضاء — جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو وضو کرنے لگے (ابوداؤد)

عفو و درگذر | خذ العفو (اعراف) عفو و درگذر اختیار کرو۔

فمن عفا واصلح فاجرہ — پس جس شخص نے درگذر کی اور درست کاری

علی اللہ الآیہ — اختیار کی اُس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال و — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ

ما زاد اللہ عبداً بعفو الا عزاً (رواہ) — عفو و درگذر کرنے والے کو ہمیشہ عزت دیتا ہے

العفو لا یزید العبد الا عزا — لہٰذا تم عفو کی عادت ڈالو تم کو خدا بیش از بیش

فاعفوا یعزکم اللہ (مسلم، ترمذی) — عزت سے سرفراز کریگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا اور ہمیشہ عفو و درگذر ہی کو پیش نظر رکھا البتہ اگر احکام الٰہی کی کسی نے تذلیل کی تو پھر اُس کو سزا دیے بغیر نہ چھوڑا[1]۔

زید بن سعنہ نے اسلام لانے سے قبل یہودیت کی حالت میں ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض دیا، اور پھر وقت مقررہ سے پہلے ہی آ کر تقاضا شروع کر دیا، آپ نے عذر فرمایا تو ہر قسم کی تہتک آمیز گفتگو شروع کر دی، حضرت فاروق اعظم غصہ میں بیتاب ہو گئے اور فرمانے لگے "خدا کے دشمن تو رسولِ خدا کی جناب میں گستاخی کرتا ہے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے ارشاد فرمایا "عمر! مجھ کو تم سے کچھ اور اُمید تھی، تم کو چاہیے تھا کہ اس کو نرمی سے نصیحت کرتے، اور مجھ سے اُس کے قرض

[1] بخاری جلد ۲ کتاب الادب۔

کی ادائیگی کے لیے کہتے یہ صاحب حق ہے اس کو کہنے کا حق ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ قرضہ ادا کر کے بیس صاع کھجور اور زیادہ دیدو۔[1]

مکہ معظمہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن تھا، آپ کے اصحاب کا دشمن تھا، آپ کے دینی مشن کا دشمن تھا، تاریخ شاہد ہے کہ کوئی اذیت و تکلیف نہ تھی جو اُن کے ہاتھوں آپ کو نہ پہنچی ہو لیکن یہ اُسی ہستی کی شان تھی کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا اور مشرکین کے لیے شکست کے بعد کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تو اب ذات قدسی صفات کے عفو و کرم ہی پر نگاہ تھی۔ آپ نے ان قیدیوں کی طرف نگاہ کرم اُٹھائی اور تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (بخاری) — آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

راست گوئی

کونوا مع الصادقین (توبہ) — راست گفتاروں کے ساتھ ہو جاؤ۔

علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ (بخاری و مسلم) — راست گفتاری کو لازم کر لو اس لیے کہ راست گفتاری بھلائی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور بھلائی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔

راست گفتاری نبی و پیغمبر کی اولین صفت ہے یہ نہ ہو تو وہ نبی نہیں، کذاب ہے، مگر آپ کی راست گفتاری کا اعتراف اُن دشمنوں تک کو تھا جو آپ کے مال، جان، اور آبرو تک کے دشمن تھے تاریخ شاہد ہے کہ اسی لیے اُن کو دوستوں نے ہی نہیں بلکہ دشمنوں نے "الصادق الامین" کا خطاب دیا۔

ابو جہل آپ سے کہا کرتا تھا کہ میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا لیکن آپ کی لائی ہوئی چیز کو صحیح نہیں باور کرتا۔ اسی پر قرآن عزیز کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

[1] بیہقی

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن بآیٰت اللہ یجحدون (انعام)

ہم کو علم ہے اے نبی کہ تم کو ان کافروں کی باتیں رنجیدہ کرتی ہیں کیونکہ وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے البتہ یہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

وفاء عہد اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا

عہد کو پورا کرو، اس لیے کہ عہد ذمہ داری کی چیز ہے۔

عن عبد اللہ بن الحمساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببیع قبل ان یبعث وبقیت لہ بقیۃ فوعدتہ ان آتیہ بھا فی مکانہ فنسیت ثم ذکرت بعد ثلاث فجئت فاذا ھو بمکانہ فقال یا فتی لقد شققت علی انا ھھنا منذ ثلاث انتظرک (ابوداؤد)

عبد اللہ بن حمساء کہتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے آپ سے کچھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا کچھ آپ کا باقی رہ گیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ یہیں بیٹھے رہیں میں حاضر ہوتا ہوں آپ نے وعدہ فرما لیا، میں اتفاق سے بھول گیا تین روز کے بعد واپس آیا تو دیکھا کہ وعدہ کے ایفاء کی خاطر وہیں بیٹھے ہیں مجھ سے ارشاد فرمایا بھائی تم نے بہت تعب میں ڈالا۔ حسب وعدہ تین دن سے اسی جگہ بیٹھا ہوں

اسی طرح کا ایک معاملہ ایک ضعیفہ کے ساتھ پیش آیا۔ اُس نے اپنے ایک کام کی خاطر یہ کہا کہ آپ اسی جگہ بیٹھے رہیں میں آتی ہوں۔ اور بھول گئی۔ آپ اسی طرح تین روز تک اُس کا انتظار کرتے رہے اور جب وہ آئی اور آپ نے اُس کے مقصد کو پورا کر دیا تب وہاں سے تشریف لے گئے۔

غزوۂ بدر میں دو صحابی عین جنگ کے وقت حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کی مدد کے لیے آرہے تھے راہ میں مشرکین نے گرفتار کر لیا، ہم نے اُن سے کہا کہ ہم کو رہا کر دو، اُنہوں نے یہ شرط لگائی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ ہو کر جنگ نہ کرینگے، ہم نے وعدہ کر لیا۔ اب ارشاد فرمائیے کہ ایسے وقت جبکہ مسلمانوں

[1] ابن جریر طبری۔

کو ایک ایک نفر سے بڑی تقویت پہنچنے کی اُمید ہے ہم دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کریں یا وعدہ کا ایفاء کریں آپ نے فرمایا کہ تم ہرگز جنگ میں شریک نہ ہو اور وعدہ کا ایفاء کرو ہماری مدد کے لیے خدائے تعالیٰ کافی ہے۔[1]

نرمی و مہربانی فبما رحمة من الله لنت لهم (پس اللہ کی مہربانی سے ہی تو اُنکو نرم خو مل گیا)

عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا عائشة ان الله رفیق یحب الرفق (الحدیث)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور نرمی و مہربانی ہی کو پسند کرتا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال خدمت اقدس میں رہ کر خدمتگذاری کی آپ نے مجھ کو کبھی نہیں جھڑکا اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر سوال یا تنبیہ کی۔[2] انتہاء حیاء کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی معاملہ پر ناگواری کا اظہار فرماتے تو کبھی زبانِ مبارک سے تیز و تند الفاظ ظاہر نہ فرماتے بلکہ مخاطبین آپ کے چہرۂ مبارک سے آپ کی ناراضی کا اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔[2]

ایک مرتبہ ایک بدوی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ دوڑے کہ اُس کو پکڑیں جھڑکیں اور ماریں۔ آپ نے اُن کو ایسا کرنے سے روک دیا، جب وہ فارغ ہو گیا تو اُس کو قریب بلایا اور نرمی سے فرمایا کہ مسجد اس کام کے لیے نہیں ہے، اور پھر صحابہ کو حکم دیا کہ اُس جگہ کو پاک کر دیں۔[3]

تواضع ان الله اوحی الیّ ان تواضعوا (الحدیث) اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو۔

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان الله قد اذهب عنکم عبیة الجاهلیة وفخرها	حضرت ابوہریرہ ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیۃ کا فخر و کبر کھو دیا ہے اور نسب کا فخر بھی مٹا دیا۔ اب

[1] مسلم باب الوفاء بالعہد جلد ۳۔ [2] طبرانی۔ مجمع الزوائد جلد ۹ [3] بخاری جلد اول

بالآباء مؤمن تقی وفاجر شقی انتم	انسان نیکوکار مومن ہے یا نافرمان بدبخت۔ تم
بنوآدم وآدم من تراب (الحدیث) (ترمذی)	سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں
قال ان اللہ اوحی الی ان تواضعوا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
حتیٰ لا یبغی احد علی احد ولا یفخر	نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو، تاآنکہ
احد علی احد (مسلم)	نہ کوئی کسی پر سرکشی کرے اور نہ ایک دوسرے کے
	مقابلہ میں فخر کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے اہل و عیال کا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے کپڑا خود سی لیتے تھے، جوتی خود گانٹھ لیتے تھے[1]۔

صحابہ کے مجمع میں کبھی نمایاں ہو کر نہ بیٹھتے[2]۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے سامنے لایا گیا، وہ جلال نبوت سے کانپ رہا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا: اطمینان رکھو اور طبیعت کو درست رکھو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی[3]۔

اپنے نام میں زیادہ تعظیمی الفاظ کو بھی پسند نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے پکار کر کہا "یا خیر البریۃ" اے مخلوق میں بہترین انسان" آپ نے فرمایا یہ شان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی[4]۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو میرے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنانے سے پہلے بندہ بنایا ہے[5]۔

حُسنِ خلق

خالق الناس بخلق حسن (الحدیث)	لوگوں کے ساتھ حسن خلق کا معاملہ کرو۔
عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال	حضرت ابوذر غفاری ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] ترمذی و بخاری [2] ابوداؤد، ابن ماجہ [3] طبرانی، مجمع الزوائد جلد ۹ [4] مسند احمد جلد ۱ [5] طبرانی، مجمع الزوائد

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہاں بھی ہو خُدا سے	لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ڈرتا رہو، اور بُرائی کا بدلہ ہمیشہ بھلائی سے دیا	اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئۃ
کرو اور لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آیا کرو	الحسنۃ تمحہا وخالق الناس بخلق
(ترمذی)	حسن

معمول تھا کہ جب کسی سے ملاقات ہوتی ہمیشہ پہلے خود سلام کرتے اور مصافحہ کو ہاتھ بڑھاتے اور اُس وقت تک ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک وہ خود نہ ہٹا لے [۱]

ایک مرتبہ سعد بن عبادہ سے ملنے تشریف لے گئے واپس ہوئے تو اُنہوں نے اپنے لڑکے کو ہمرکاب کر دیا، جب آپ روانہ ہوئے تو قیس سے فرمایا کہ تم بھی پیچھے سوار ہو جاؤ۔ اُنہوں نے پاس ادب سے عذر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یا ساتھ سوار ہو کر چلو یا واپس جاؤ۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں سوار ہوں اور تم پیادہ چلو قیس نے واپس ہونا پسند کیا [۲]

ہمیشہ شگفتہ پیشانی سے بات چیت فرماتے۔ دل شکنی کبھی نہ فرماتے، متانت و وقار کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتے [۳]

جب کبھی کسی کو کسی عیب پر تنبیہ فرماتے محفل میں کبھی اُس کو مخاطب نہ فرماتے کہ وہ محجوب نہ ہو بلکہ عام بات کہہ کر نصیحت فرماتے اور صاحب معاملہ خود سمجھ کر اُس سے تائب ہو جاتا [۴]

عدل | ان اللہ یأمرکم بالعدل والاحسان (بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور حسن سلوک کا حکم فرماتا ہے)

حضرت ابوہریرہ ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ	عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سات اشخاص	علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ
ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایہ میں	فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ

[۱] ترمذی [۲] ابوداؤد کتاب الادب [۳] شمائل ترمذی [۴] التاج الجامع للاصول جلد ۵۔ کتاب البر والاخلاق

الامام العادل (الحدیث) (بخاری ومسلم) — لیگا جس روز اُس کے سایۂ رحمت کے سوا کہیں سایہ نصیب نہ ہوگا ان میں سے ایک شخص منصف حاکم ہے۔

ایک مرتبہ آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص آکر مُنہ کے بل آپ پر گر گیا۔ دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی اُس سے آپ نے اُس کو ٹھوکا دیا، لکڑی کا سرا اتفاقاً اُس کے مُنہ میں لگ گیا، اور اُس سے خراش آگیا۔ آپ نے باصرار فرمایا کہ تم مجھ سے انتقام لے لو، مگر اُس نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا[۱]۔

جب وصال کا وقت آیا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ جس کسی شخص کا میرے ذمہ کوئی حق ہو، مال جان یا آبرو کسی قسم کا بھی ہو وہ اس دنیا ہی میں مجھ سے اپنا بدلہ لے لیوے۔ میرا مال، جان، اور آبرو اُس کے لیے حاضر ہے۔ تمام مجلس میں سناٹا چھا گیا، صرف ایک شخص نے چند دراہم کا مطالبہ کیا جو فوراً ہی ادا کر دیے گئے[۲]۔

ایک مرتبہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کر لی، قریش نے چاہا کہ خاندان کی معزز عورت کا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو سخت توہین کا باعث ہے۔ اس لیے کہ خاندان بھی معزز، عورت بھی معزز۔ حضرت اُسامہؓ سفارش کے لیے منتخب ہوئے۔ آپ سے جب اُنھوں نے سفارش کی تو چہرۂ مبارک سُرخ ہو گیا اور فرمایا کہ اُسامہ! اللہ تعالیٰ کی حُدود میں اور سفارش۔ اور پھر خطبہ دیا، فرمایا کہ پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب اُن میں سے کوئی معزز شخص جرم کرتا تو اُس کو عام سزا نہ دیجاتی، اور جب کوئی غریب وہی جرم کرتا تو اُس کو عام سزا دی جاتی۔

جود وسخا السخی قریب من اللہ۔ (الحدیث) سخی اللہ سے قریب ہے۔

[۱] ابوداؤد باب القود [۲] روض الانف جلد ۲، سیرۃ ابن ہشام [۳] بخاری کتاب الحدود

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار ولجاھل سخی احب الی اللہ عزوجل من عابد بخیل (ترمذی)	حضرت ابو ہریرہ ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سخی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب، اور لوگوں سے قریب ہے، اور جہنم سے دور ہے، اور کنجوس اللہ سے دور، جنت سے دور، اور لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔ اور بلاشبہ غیر تعلیم یافتہ سخی عبادت گذار بخیل سے خدائے تعالےٰ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔
عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس (بخاری)	حضرت انس رضی اللہ عنہ ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ صاحب حسن اخلاق، سخی اور بہادر تھے۔
عن جابر قال ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن شیٔ قط فقال لا۔ (بخاری ومسلم)	حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا کا یہ حال تھا کہ جب کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کبھی آپ نے "نہیں" نہیں فرمایا۔

کھانے پینے کی چیزوں میں معمولی سے معمولی چیز بھی تنہا نہ کھاتے بلکہ اصحاب کو ضرور شریک فرماتے[1] ایک مرتبہ عصر کی نماز میں مشغول تھے، فوراً بعد ہی مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آئے، صحابہ نے تعجب سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تحریمہ کرتے ہوئے مجھے یاد آیا کہ گھر میں سونے

---

[1] مسلم جلد ۲

کی ڈلی پڑی رہ گئی ہے خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ایک رات ایسی گذر جائے کہ گھر میں موجود ہو۔ فوراً جا کر اُس کو خیرات کیا تب باہر آیا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کاش ایسا کرتیں کہ ورس گھانس کے کنگن بنا کر اور اُن کو زعفران سے رنگ کر ان کی بجائے پہن لیتیں۔[2]

ایثار معیشت نبوی یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصہ

(وہ اپنی حاجتمندیوں کے باوجود اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے شکایت کی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں ٹھیٹھ پڑ گئی ہیں، فلاں غزوہ میں کنیزیں آئی ہیں، اگر ایک کنیز ملجائے تو آسانی ہو، آپ نے سب سے پیاری سخت جگر سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیزیں بتائے دیتا ہوں جو دنیا و آخرت دونوں میں تمہارے لیے بہتر ثابت ہو، پھر آپ نے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کی تسبیح بتا کر فرمایا کہ بعد نماز پڑھ لیا کرو۔[3]

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت زبیر کی صاحبزادیاں اور حضرت فاطمہؓ نے مل کر گذارش کی تھی کہ ہم کو کنیز ملجائے۔ آپ نے فرمایا کہ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں وہ مقدم ہیں۔[4]

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مدینہ تشریف لانے کے بعد بھی کبھی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دن مسلسل گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں ملی تا آنکہ آپ کی وفات ہو گئی۔[5]

ایک اور روایت میں ہے کہ جو کی روٹی دو دن مسلسل پیٹ بھر نہیں ملی۔[6]

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بھوک کی شکایت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیٹ کھول کر دکھایا کہ ہر ایک کے ایک ایک پتھر بندھا ہوا ہے۔ تب نبی اکرم صلی اللہ

[1] بخاری باب الصلوٰۃ [2] مجمع الزوائد جلد ۹ [3] ترمذی [4] ابوداؤد [5] بخاری، تاج جلد ۵ [6] مسلم

علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا تو آپ کے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم پر مہینہ مہینہ گذر جاتا تھا مگر ہمارے گھر میں آگ روشن نہ ہوتی تھی، صرف چھوارے اور پانی پر بسر اوقات ہوتی تھی۔ سوائے ایسے وقت کے کہ کہیں سے گوشت بطور ہدیہ و تحفہ کے آگیا ہو[۲]۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے مدت العمر کبھی چپاتی اور باقاعدہ بنا ہوا گوشت نہیں کھایا[۳]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آپ اکثر بوریے پر آرام فرماتے تھے جس کے نشانات جسد اطہر پر صاف نظر آتے تھے ہم نے ایک روز عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے لیے ایک نرم بچھونا کیوں نہ تیار کر دیں۔ فرمایا مجھے دنیا کی ان رفاہیتوں سے کیا کام ہیں تو دنیا میں اُس مسافر کی طرح ہوں جو چلتے چلتے کسی درخت کے سایہ میں آرام کرنے لیٹ جائے اور پھر اُٹھ کر اپنی راہ لے اور سایہ کی راحت کو وہیں چھوڑ جائے۔

حضرت نعمان بن بشیر اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کیا تم حسب مرضی کھانے پینے کی چیزیں مہیا نہیں پاتے، درآنحالیکہ میں نے تمہارے نبی، پیغمبر، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس کبھی پیٹ بھر خشک اور ردی کھجوریں بھی نہ ہوتی تھیں[۴]۔

اور یہ سب کچھ ان حالات میں تھا کہ مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد قیصر و کسریٰ کے خزانے بحرین و یمن کی دولت آپ کے سامنے ہر وقت پڑی رہتی، غلام و کنیزوں کی بہتات ہوتی، اور سونا، چاندی پانی کی طرح قدموں میں بہتا پھرتا، مگر آپ نے اپنے، اپنی چہیتی اولاد کے، اپنے اہل و خاندان کے لیے کبھی اُس سے فائدہ نہ اُٹھایا، اور ہمیشہ دوسروں ہی کو ترجیح دی۔

"خلق عظیم" میں سے یہ چند اخلاقی نمونے ہیں جو زیب قرطاس ہیں۔ رسالہ اس کا متحمل نہیں ہے

---

[۱] ترمذی [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] مسلم

عذابِ الٰہی اور قوانینِ فطرت

مولانا حکیم ابوالنظر رضوی امروہوی

قرآن نے اقوام و ملل کے تاریخی واقعات کی روشنی میں ما فوق الفطرت ہستی کو نہ معلوم کتنی جگہ ثابت کیا ہے اور خصوصاً اُن واقعات کے ذریعہ جو دنیائے تاریخ کے لیے عبرتناک ہو سکتے تھے کہیں طوفان نے قوم کی قوم کو فنا کر دیا اور کہیں زلزلہ نے، کہیں رعد و برق نے موت کی آغوش میں دیدیا اور کہیں دریا کی موجوں نے۔ نہ صرف اتنا ہی کیا گیا بلکہ اُن عبرتناک واقعات کی یاد تازہ کرسکنے کے لیے آثار و علامات بھی باقی رکھے گئے۔ چنانچہ آثارِ قدیمہ کا ہر جدید اکتشاف قرآن کے دعاوی کا ایک بین ثبوت فراہم کرتا ہے۔

اس حد تک غالباً کسی کو اختلاف نہیں کہ ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں، لیکن اُن واقعات کے حقیقی اسباب اور نوعیت کے تعین میں ضرور نقطہائے نظر مختلف ہو گئے۔ حقیقی اسباب کے متعلق میں یہاں پر کوئی بحث چھیڑنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر صرف اُن ذہنیات وطبائع کی تسکین کے لیے بحث کی جا سکتی ہے جو دو آنکھوں میں سما جانے والی دنیا سے بلند تر پرواز نہیں کرسکتے۔ اور جنہیں وہ صدہا حقائق نظر نہیں آتے جن کا ہر ہر قدم پر یہ مطالبہ ہے کہ غیر مادی قوتوں کا اعتراف کیا جائے۔ بلکہ میں صرف اُن حضرات کے نقطۂ نظر کے سایہ میں بحث کا آغاز کرنا چاہتا ہوں جو عبرتناک تاریخی واقعات کو عذاب الٰہی تسلیم کرتے ہوئے صرف خرق عادت یا قوانین فطرت کے تحت ہونے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ شاید یہاں یہ بتا دینا بھی زیادہ مناسب ہوگا کہ قوانین فطرت کے

تسلیم کرنے والوں کے اُس طبقہ کو بھی میں درخور اعتنا قرار دینے سے انکار کرتا ہوں جو طبیعاتی اکتشافات سائنٹفک تحقیقات مغربی ذہنیت اور مغربی تمدن سے اثر پذیر ہو کر قرآن کو اپنے علم و تحقیق کے تابع بنا دینا پسند کرتے ہیں۔ سرسید نے اپنی تفسیر قرآن میں یہ ہی روش پسند کی ہے حالانکہ اس انداز تحریر کو مدافعت تک بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ اُسے "سپر اندا ختن" سے ہی تعبیر کر سکتے ہیں۔ انسان کا شعور ذہنی اور اس کی تحقیقات ہنوز ارتقائی مراحل طے کر رہی ہے۔ اسی وجہ سے اُس کا ہر نظریہ "نظریۂ اضافیت" ہو کر رہ گیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ آج کل کا علمی نظریہ کل تک مغالطات کی فہرست میں داخل نہیں ہو جائیگا۔ اس لیے خواہ مخواہ ایسی تاویل تلاش کرنا درست نہیں ہو سکتا جو اصل مفہوم سے کوئی وابستگی نہ رکھتی ہو۔ مثلاً اگر حضرت موسیٰ عصا کی ایک ضرب سے دریائے نیل کے درمیان راستہ پیدا کر لیتے ہیں تو اُسے سرسید کی طرح مد و جزر قرار دینا شکست خوردہ ذہنیت کی نمائش کے سوا کچھ نہیں۔ میرے نزدیک صرف وہ ہی تفسیر معنویت سے بہرہ اندوز کہلائی جا سکتی ہے جو نہ اسرائیلی روایات کا عکس ہو، نہ عقل انسانی سے دور تر، نہ قرآن کے اُس معنی سے مختلف ہو جو عرب کے لغت و محاورہ، آیت کے سیاق و سباق اور معتبر حدیث نبوی کے تفسیری نکات سے پیدا ہو رہے ہوں، آج تک قرآن کی صدہا تفسیریں دنیا کے سامنے آ چکیں مگر میرا خیال ہے کہ اب تک قرآن کے حقائق تفسیر کی تشنگی رکھتے ہیں

میں نے زیر بحث موضوع پر اسی نظریہ کے تحت قلم اُٹھایا ہے۔ میرے نزدیک یہ حقیقت ناقابل انکار حد تک قابل تسلیم ہے کہ خدا کا کوئی عذاب اور کوئی رحمت و برکت اُن قوانین فطرت سے آزاد نہیں ہوتی جنہیں خود اُسی نے اپنے مظاہر و آیات کے لیے انتخاب کیا ہے۔ اگر فطرت کے موجودہ قوانین اُس کی تجلیات کا مظاہرہ کر سکنے سے قاصر ہوتے تو یقیناً موجودہ قوانین کی جگہ دوسرے قوانین کو دی جاتی۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا علم و تحقیق اُن قوانین تک رسائی نہ حاصل کر سکے جن کے